جناب قاری محمد ایوب فیروزپوری

آہ محمد خان نجیب شہید

"خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را"

۲۳ مارچ کا دن پاکستان کی تاریخ میں ایک خاص اہمیت کا حامل ہے لیکن مذکورہ بالا تاریخ جو ۱۹۸۷ء میں گذری اس دن ایک ایسا دلدوز، جانگداز اور قومی سانحہ پیش آیا جس کی ہولناکیوں اور تباہیوں کی داستان اہلِ حدیث کے لئے لمحہ فکریہ اور اس دور کے حکمرانوں کے ماتھے پر ایک کلنک کا ٹیکہ ثابت ہوا جسے کسی طرح بھی کھرچا جائے تو وہ محو نہیں ہو سکتا۔ اس جماعتی المیے نے جمعیت اہلحدیث پاکستان اور دنیا بھر کے توحید و سنت کے متوالوں کو ایسے غم واندوہ میں مبتلا کر دیا کہ جس کا فراموش کرنا بس کی بات نہیں۔ اتنا عرصہ بیت جانے کے باوجود جب وہ بھیانک منظر، شہداء کی لاشیں اور زخمیوں کے پھول جیسے اجسام سامنے آتے ہیں تو آنکھیں بے اختیار ڈبڈبا جاتی ہیں، دل لرزتا اور جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔

منصوبہ جس نے بھی بنایا، جس نے بھی اس کی سرپرستی کی، تار کہیں سے بھی ہلائے گئے ہوں وہ اپنے مجوزہ پروگرام اور منصوبے میں کامیاب ٹھہرا۔ وہ جیت گئے اور ہم ہار گئے۔ ہم متاعِ بے بہا اور گنج ہائے گراں مایہ سے محروم ہو گئے۔ ہماری بدبختی لاشوں اور زخمیوں کی صورت میں ناچنے لگی جس عظیم نقصان سے ہم دوچار ہوئے اس کا بیان الفاظ میں ناممکن ہے۔ ہم شہید اسلام علامہ احسان الٰہی ظہیر کی للکار، خطیب ربانی کی یلغار، علامہ عبدالخالق قدوسی کی پکار اور محمد خاں نجیب کی دھاڑ سے محروم ہو گئے۔ ہم یہ کہنے پر مجبور کر دیئے گئے کہ الٰہی! یہ ہستیاں کس دیس بستیاں ہیں؟ ہاں! ہاں! وہ خوبصورت چہرے جن کی زبانیں ہمیشہ قال اللہ اور قال الرسولؐ کے نغمے الاپتی اور مسلک اہل حدیث کی ترجمانی کرتی تھیں آج خاموش ہو گئیں۔

خطیب لاثانی کی جیب سے نکلنے والا قرآن مقدس ان کے خون سے تر ہو کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح ان کی شہادت کا گواہ بن گیا۔ آہ! جن کے خوبصورت چہرے معمولی سے گرد و غبار کو بھی

ظاہر کر دیتے تھے وہ خاک و خون میں تڑپ گئے ۔ بلکہ بقول حضرت فضیل بن عیاض رح :۔ ع

مَن کانَ یَخضُبُ خَدَّہٗ بُدُمُوعِہٖ فَنُحُوُرُنَا بِدِمَائِنَا تَتَخضَبُ

(آنسوؤں کے بجائے رب کے حضور اپنا خون پیش کر کے انہوں نے اپنے سینے رنگ لئے)

شہید ملت علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے آپ کو اکثر وہابی اور اہل حدیث کا بیٹا کہہ کر متعارف کرایا کرتے تھے ۔ آپ نے کونوں کھدروں میں چھپے ہوئے اہل حدیث افراد کو مقام دلوایا ۔ باعزت اور باوقار طریقے سے رہنے کا درس دیا ۔ دوسری سیاسی اور مذہبی جماعتوں سے اہل حدیث کو متعارف کرایا ۔ پاکستان عرب بلکہ یورپین ممالک تک اہل حدیث کو بطور طاقت منوایا ۔ ان کی کس کس خوبی کس کس ادا اور کون کون سی جرأت و جسارت کا ذکر کروں ؟ انہیں بحیثیت سیاسی لیڈر، مذہبی قائد بہترین انشاء پرداز ، سخن فہم ، سخنور اور عظیم خطیب کے پیش کروں ۔ ان کی خطابت کے بارے میں تو اتنا ہی کہہ دینا کافی سمجھتا ہوں کہ ع :۔

وَاِذَا خَطَبتَ فَلِلمَنَابِرِ ھِزَّۃٌ تَعرُوا النَّدِیَّ وَلِلقُلُوبِ بُکَاءٌ

۲۳ مارچ ۱۹۸۷ء کے تمام شہداء کے بارے میں کچھ کہنا میرے بس سے باہر کی بات ہے ۔ کیونکہ قلم کو چارا نہیں اور دل سہارا نہیں پکڑتا ۔ آنکھیں ہیں کہ جھیل کا منظر پیش کر رہی ہیں ۔ افق کے اس پار جانے والوں کی یادیں دل میں ایسی سمائی ہیں کہ جب بھی ان کے نقوش سامنے آتے ہیں تو دل لخت لخت اور جگر پارہ پارہ ہوتا اور کلیجہ منہ کو آتا ہے بالآخر زبان سے یہی نکلتا ہے ۔

لَا نقولُ اِلّا مایرضٰی بہٖ ربُّنا (او کما قال ؐ)

ع لہو کے قطروں کے بیج بو کر ہزار گلشن سجانے والو

سلام تم پر سلام تم پر سلام تم پر سلام تم پہ

آج کی فرصت میں اس قافلے کے کم عمر شہید محمد خاں نجیب کے بارے میں چند باتیں حوالۂ قلم و قرطاس کرنے کو جی چاہتا ہے تفصیلی گفتگو تو مرحوم جمعیت طلبہ اہل حدیث یا اہل حدیث یوتھ فورس کے ارکان ، عہد بیداریا شہید کے سفر و حضر کے ساتھی ہی کر سکتے ہیں ۔ مجھے تو بس ان کی یاد میں بہنے والے آنسوؤں نے مجبور کیا ہے کہ میں انہیں الفاظ کی شکل دے کر آپ کے سامنے رکھ دوں ۔ مختصر سی جماعتی زندگی اور تھوڑی سی عمر میں جو خدمات اس نوجوان نے سرانجام دیں مکمل طور تو وہ بھی میری معلومات سے باہر ہیں ۔ تاہم شہید نے نوجوانوں کو منظم کرنے اور ان تک خالص قرآن و سنت کا پیغام پہنچانے میں جو مساعی اور کاوشیں کیں وہ جماعت اہل حدیث کی تاریخ کا حصہ بن گئیں ۔ محمد خان نجیب

کے معصوم، غیر تراشیدہ، سنجیدہ اور فہمیدہ چہرے پر جب بھی نظر پڑتی تو اس کی نیکی، تقویٰ اور طہارت کے اثرات قلب و نظر پر ضرور اثر انداز ہوتے۔ میں نے دیکھا کہ جب بھی اس سے ملاقات ہوتی وہ جماعتی معاملات اور نوجوانوں کے سلسلہ میں راہنمائی کا طالب ہوتا اور اس عزم کا اظہار کرتا کہ ہم انشاء اللہ دریاؤں صحراؤں اور سنگلاخ مقامات کو عبور کرتے ہوئے ہر جگہ اللہ تعالیٰ اور رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچائیں گے۔ اس کی پیشانی سے عزم و ہمت اور صبر و استقامت کی شعاعیں پھوٹتی نظر آتیں۔ یہ قافلۂ شباب کو لے کر جب چلتا نظر آتا تو میں اپنے لڑکپن کی سوچوں کو حقیقت کا رنگ دھارتے دیکھتا اور زبان سے ان کی کامیابی و کامرانی کی دعائیں نکلتیں۔

نجیب جب اپنے سے کسی بڑے سے محوِ گفتگو ہوتے تو نہایت دھیمی میٹھی زبان سے اور ادب و احترام کے تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر بات کرتے۔ مجلس میں بیٹھے ہوئے یہی گمان ہوتا کہ یہ بوقتِ تقریر بھی اونچی آواز نکالنے میں شاید تحمل سے کام لیں گے لیکن دیکھنے اور سننے والے نجیب صاحب کو جب قرآن و سنت کے لولوئے لالہ بکھیرتے، خرد کی گتھیاں سلجھاتے۔ مخالفین پر دھاڑتے، گرجتے برستے، حکمرانوں کو للکارتے، نوجوانوں کو دعوتِ اتحاد دیتے، کارواں میں شمولیت کے لئے پکارتے اور کوثر و تسنیم میں دھلی ہوئی زبان استعمال کرتے دیکھتے تو وہ دنگ رہ جاتے۔

ان حروف کے راقم کی پہلی ملاقات نجیب شہید سے ۲۳ دسمبر ۱۹۸۳ء کو خانیوال میں ہوئی۔ میں ان دنوں جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن میں شعبہ حفظ و تجوید کے صدر مدرس کی حیثیت سے متعین تھا کہ میرے ایک بزرگ دوست ڈاکٹر عبدالرشید صاحب پٹیالوی کی صاحبزادی کے نکاح کا دعوت نامہ ملا۔ ان دنوں جمعیت طلبہ اہل حدیث کی سٹیج سے نوجوان مصروف کار تھے۔ خانیوال کی جمعیت طلبہ کے ارکان عزیزم محمد دین چوہدری، عبداللطیف انور، ظفر چوہدری اور دیگر نوجوانوں نے مذکورہ تاریخ پر محمد خاں نجیب مرحوم کو ایک پروگرام کے انعقاد کے لئے دعوت دی ہوئی تھی اور اس عاجز کو بھی اس میں دعوتِ شمولیت تھی۔ شام کو ایک مقامی ہوٹل میں ارکانِ جمعیت اکٹھے تھے۔ نجیب شہید کے ساتھ غالباً صوبائی سطح کے ایک عہدیدار قاری محمد یوسف لکھوی بھی تھے۔ ہم تقاریر سے فارغ ہوئے تو نجیب میرے ساتھ اس طرح گفتگو میں منہمک ہوئے جیسے ہم مدتوں سے ایک دوسرے سے آشنا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ جماعتی اخبارات و رسائل میں آپ کے خیالات پڑھ کر ہماری حوصلہ افزائی ہوتی اور ڈھارس بندھتی ہے۔ نوجوان ہر جماعت اور پارٹی کا مستقبل کا سرمایہ ہوتے ہیں۔ اگر انہیں جماعتی سٹیج مہیا نہ کی جائے تو یہ تنکوں کی طرح بکھر کر اپنی اپنی راہ لیتے ہیں۔ جیسا کہ قیام پاکستان کے بعد سے

اب تک ہوتا چلا آیا ہے۔ اللہ بھلا کرے علامہ احسان الٰہی ظہیر کا جو ہماری سرپرستی فرما کر نوجوانوں کے اتحاد کا باعث بن رہے ہیں۔ میں نے اپنی طرف سے ہر طرح کے تعاون کا یقین دلایا۔

اسی طرح گذشتہ سال یوتھ فورس نے ضلعی مقامات پر اپنے کنونشن منعقد کیئے۔ ماہ جولائی میں ۹را ور ۱۰ر تاریخ کو بالترتیب خانیوال اور ملتان پروگرام تھے میں حکومت کی طرف سے ڈالی گئی ایک مڈاری کی ڈیوٹی کی بنا پر خانیوال نہ پہنچ سکا البتہ ملتان کے پروگرام میں جب حاضری دی تو پروگرام اختتام کو پہنچ چکا تھا۔ اس دن محمد خاں مرحوم کے ساتھ اہل حدیث یوتھ فورس کے موجودہ صدر، غازئ اسلام رانا محمد شفیق پسروری اور مرکزی نائب صدر عزیز گرامی حافظ محمد انور ساجد بھی تھے۔ پسروری صاحب تو تقریر کرتے ہی لاہور واپس ہو گئے۔ مجھے دیکھتے ہی حبیب اور ساجد کہنے لگے کہ کل سے تمہیں ڈھونڈا جا رہا ہے آج رات ہم نے آپ کے ہاں ٹھہرنے کا پروگرام بنایا ہے میں نے مرحبا کہا اور ان دونوں کو لے کر مسجد حمزہ اہل حدیث آ گیا کیونکہ ان دنوں میں اپنے دیگر چار پانچ دوستوں کے ہمراہ وہیں قیام پذیر تھا۔ رات کافی دیر تک جماعتی حالات اور اہل حدیث یوتھ فورس کی تعمیر و ترقی کے لئے بات چیت ہوتی رہی۔ صبح یہ قافلہ جرأت و جسارت عازم وہاڑی ہو گیا۔ اس کے بعد یہ ملاقاتیں محبت اور باہمی تعلقات کی پختگی کا سبب بن گئیں اور پھر ان میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا۔

لیکن آہ! ان میں گذشتہ ۲۳ مارچ کے دن نے ایسا رخنہ اور کٹاؤ پیدا کر دیا جس کے پر ہونے اور میل ملاپ کی دنیا میں کوئی صورت نظر نہیں آتی ۲۳ رمارچ کو سال ہونے کو ہے ہمارے لعل و گہر خون میں تڑپ گئے۔ ملک ہی نہیں بیرونی دنیا بھی اس حادثے پر سراپائے احتجاج اور غم و اندوہ کا اظہار کر رہی ہے لیکن حکومت ہے کہ وہ دوسرے قتلوں کی طرح ۲۳ رمارچ کے مقتولین اور مجروحین کے ذمہ دار اور درندہ صفت افراد کو اپنی گرفت میں لینے سے ترساں اور گریزاں ہے۔ ہم حیران ہیں کہ ان کے قاتلوں اور دھماکے کے ذمہ داروں کو آسمان نے اُچک لیا یا زمین کھا گئی ؟ حکومت کی انٹیلی جنس کہاں ہے ؟ اگر وہ اس قسم کے قومی حادثات کے مجرموں کا کھوج لگانے میں ناکام ہے تو ایسے محکمے کا برقرار رکھنا چہ معنی دارد ؟ جب سے یہ حادثہ پیش آیا ہے چھوٹے سے لے کر اعلیٰ حکام تک کے بیانات مختلف اور غیر ذمہ دارانہ ہوتے ہیں۔ اب یہ کہا جا رہا ہے کہ ۲۳ مارچ کے حادثے کے مجرم پاکستان سے فرار ہو کر باہر جا چکے ہیں۔ یوں دکھائی دیتا ہے کہ موجودہ حکومت کی ساری مشینری ملکی انتظامات میں ناکام ہو چکی ہے ملک میں قتل و غارت، افراتفری، ڈاکے، چوریاں عام، سرحدیں غیر محفوظ، اور مجرم بارڈر رینجرز کی موجودگی میں سرحدیں پار کر کے باہر بھاگتے اور پاکستان میں داخل ہو کر تباہی اور بربادی کا سبب بن رہے ہیں۔ اگر یہی

صورت حال ہے اور یقیناً ہے تو پھر ہماری حکومت کے ذمہ دار "سب اچھا" کا راگ کیوں الاپ رہے ہیں؟ انہیں اپنی ناکامی کا اعتراف کرتے ہوئے گوشۂ تنہائی میں چلے جانا چاہیئے کیونکہ اسلام تو حکام پر رعایا کی حفاظت فرض قرار دیتا ہے۔ مذکورہ حادثے پر جتنے آنسو بہائے جا چکے ہیں انہیں مدنظر رکھا جائے اور شہید ملت علامہ احسان الٰہی ظہیر، شہید اسلام مولانا حبیب الرحمان یزدانی، علامہ عبدالخالق قدوسی کے معصوم اور مظلوم بچوں کی آہیں اور محمد خاں نجیب اور دیگر شہداء کے بوڑھے والدین کی دعائیں ایک نہ ایک دن انشاء اللہ ضرور رنگ لائیں گی کیونکہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:۔

..... وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ لَيْسَ بَيْنَ اللهِ وَبَيْنَهُ حِجَابٌ۔

ان تمام شہداء کا خون ضائع نہیں جائے گا۔ حکمرانوں کو جبار و قہار کی بے آواز لاٹھی سے ڈرنا چاہیئے۔ اقتدار ایک ڈھلتی چھاؤں ہے اس نے ہمیشہ کسی کا ساتھ نہیں دیا۔ کرسی میں وفا کی بجائے بے وفائی کی صفت زیادہ ہے انہیں اپنے پیشروؤں سے ہی عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ اس کے ساتھ ساتھ مسلک اہل حدیث کے متوالوں جیالوں اور نوجوانوں سے یہ اپیل ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ وقت کے دھارے کو پہچانیں اور اپنی صفوں میں اتحاد و اتفاق کی فضا پیدا کر کے دنیا کے ہر کونے تک اہل حدیث کی دعوت کو پہنچانے کی کوشش کریں یہی ۲۳ مارچ کے شہداء کا مشن تھا۔ اٹھیئے! ان کی آواز پر لبیک کہیئے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

مرکزی کیسٹ ہاؤس ۱۸۔ اردو بازار لاہور